مسلم سماج کے اخلاقی ارتقاء میں اللہ تعالی کی پسند و ناپسند کی تاثیر

The Impact of Almighty Allah's Love & Non-Love upon the Moral Upbringing of A Muslim Society

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Muhammad Furqan Gohar
Ph.D. Scholar. History of Islamic Civilization.
Mustafa International University, Qum, Iran.
E-mail: m.furqan512@yahoo.com

Abstract: This research article claims that the Holy Quran has provided the course of collective and moral upbringing of the Muslim society on the basis of love and non-love of the Allah almighty. This research focuses upon the verses of "Love" and "non-love" [حُبّ/لاحُبّ] attempting to examine that Allah's love or non-love for His servants revolves around which attributes and how? It is assumed is that the collective effects of these attributes in fact, cause the pleasure or displeasure of Allah almighty with his servants.

The purpose of this research is to outline the system of life under which these verses are adapted into a particular order and provide a moral basis for social relations. Thus, this inscription seeks to answer the question that in what way can the attributes related to "Love" and "Non-love" of Allah almighty play a role in the moral upbringing of a Muslim society?

This article is composed of two parts. In its 1st part, as a foreword, it is examined that what is the reality of Allah's love and what effects does it leave on an individual or a society? In the next part of this paper, in the light of the Qur'anic verses, the attributes of people will be examined on the basis of which they are loved or hated by Allah. Also, the connection of these attributes with the moral, collective upbringing of the Muslim

society will also be highlighted. Overall, the message of this research is that being beloved by Allah Almighty is essential to reach higher ranks of the faith that provide a basis for good relationships in a Muslim society through the improvement of mutual relations, justice, kindness and piety. Thus, by adopting these basic attributes, a Muslim society can have a good and peaceful life; that is ultimately based upon Allah almightys' love.

Key Words: Love, Love of Allah, Social Upbringing, Moral upbringing, Muslim Society, Faith, Justice, kindness.

خلاصہ

پیشِ نظر مقالہ کامدعا یہ ہے کہ قرآن کریم نے مسلم سماج کی اجتماعی تربیت اور اخلاقی ارتقاء کاسامان پروردگارِ عالم کی محبت اور عدم محبت کی بنیاد پر فراہم کیا ہے۔اِس تحقیق کا محور [حُبّ/لاحُبّ] کی آیات ہیں جس میں یہ جانچنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالی کی اپنے بندوں سے محبت یا عدمِ محبت، بندوں کی کن صفات کے گرد اور کیونکر گھومتی ہے۔ مفروضہ یہ ہے کہ ان صفات کے اجتماعی اثرات ہی درحقیقت، باعث بنتے ہیں کہ اللہ تعالی کی رضا یا غضب ان صفات کے شامل حال ہو جائے۔ اس تحقیق کا مقصد اس نظام حیات کی ترسیم ہے کہ جس کے تحت یہ آیات ایک خاص نظم میں ڈھل کر سماجی روابط کو اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ یوں یہ نوشتہ، اس سوال کا جواب دینے کے درپے ہے کہ اللہ تعالی کی "حُبّ" اور "لاحب" سے متعلقہ صفات کس طرز پر اسلامی سماج کے اخلاقی ارتقاء میں کردار ادا کر سکتی ہیں؟

یہ مقالہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں بطور مقدمہ یہ جائزہ لیا گیا ہے کہ اللہ کی محبت کی حقیقت کیا ہے اور یہ ایک فرد یا معاشرہ پر کیا اثرات چھوڑتی ہے؟ مقالہ ہٰذا کے آئندہ حصہ میں قرآنی آیات کی روشنی میں افراد کی اُن صفات کا جائزہ لیا جائے گا جن کی بنیاد پر وہ اللہ تعالی کے محبوب یا منفور ٹھہرتے ہیں۔ نیز اِن صفات کا مسلم سماج کی اخلاقی، اجتماعی تربیت کے ساتھ رابطہ بھی اجاگر کیا جائے گا۔ بطور کلی، اس تحقیق کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالی کی محبوبیت کا حصول، ایمان کے درجات میں کمال تک پہنچنے کے لئے انتہائی اہم ہے۔ یہ کمالات ایک مسلم سماج کو باہمی روابط کی بہتری، عدل وانصاف، احسان اور تقویٰ کے ذریعے درست روابط کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ یوں یہ بنیادی صفات اپنا کر ایک مسلم سماج حیاتِ طیبہ اور پُرسکون زندگی پا سکتا ہے۔

کلیدی کلمات: محبت، اللہ تعالی کی محبت، سماجی تربیت، اخلاقی تربیت، مسلم سماج، ایمان، عدل، انصاف، احسان۔

محبت: مسلم سماج کی تشکیل کی اساس

معاشرہ سازی میں یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر سماج کسی خاص اساس پر استوار ہوتا اور تشکیل پاتا ہے۔ نظریاتی اور فکری بنیادیں فراہم کیے بغیر کسی بھی سماج کی تربیت ناممکن ہے۔ لہٰذا مسلمان دانشوروں کو ایسے نظریات پروان چڑھانے کی ضرورت ہے جو دین اور وحی کی روشنی میں ہمارے سماجی رویّوں کو درست سمت مہیا کرسکیں۔ وحی کی روشنی میں تشکیل پانے والے نظریات چونکہ حقیقت سے قریب تر ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے سماج کی اسلامی روح کے ساتھ ہماہنگ ہیں، لہٰذا اُن کی مقبولیت اور مؤثر ہونے کا امکان بہت زیادہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم کی رُو سے اللہ تعالی نے اپنی محبت اور عدم محبت پسندیدگی اور ناپسندیدگی کے اظہار کے ذریعے مسلمانوں کی اجتماعی تربیت کا سامان فراہم فرمایا ہے۔ لہٰذا افراد اور سماج کی تربیت کی اہم ترین اساس محبت ہے۔ جس کا عملی اظہار نرم رویوں، صداقت، دوستی، احساس قربت اور تعلق خاطر میں ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ (159:3)

ترجمہ: "(اے رسول!) یہ مہرِ الٰہی ہے کہ آپ اُن کے لئے نرم خو واقع ہوئے اور اگر آپ تُند خُو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔"

اِس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی رحمت اور پیغمبر اکرم ﷺ کی نرم خوئی کو لوگوں کے آنحضرت ﷺ کے گرد جمع ہونے کا رمز و راز قرار دیا ہے۔ اور جہاں تک محبت کا تعلق ہے تو یہ رحمتِ الٰہی اور عطوفتِ نبوی کی اساس ہے۔

اس حوالے سے علامہ طباطبائیؒ لکھتے ہیں: "الحب حقیقۃ ساریۃ فی الموجودات"[1] یعنی: "محبت، موجودات کے اندر ایک جاری و ساری حقیقت ہے۔" خواجہ نصیر الدین طوسی اپنی معروف کتاب «اخلاق ناصری» میں محبت اور انصاف میں موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عدل و انصاف اگرچہ سب سے کامل ترین انسانی فضیلت ہے، تاہم محبت کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اگر محبت حاصل ہو تو انصاف کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ انصاف آدھا آدھا کرنے کا نام ہے۔ انصاف کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں ایک تنازعہ موجود ہو، لہٰذا اس قسم کا بٹوارا انتشار کے لاحقہ ہے، جبکہ محبت اتحاد کے اسباب میں سے ہے۔ یوں محبت عدالت پر بھی فوقیت رکھتی ہے۔

خواجہ نصیر اپنی بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فلاسفرز کے ایک گروہ نے محبت کی شان میں بہت ہی مبالغہ کیا ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ اس کائنات کی ہر چیز کا وجود محبت کے طفیل سے ہے۔ یوں اس کائنات کی کوئی چیز بھی محبت سے خالی نہیں ہے، ہاں اس شے کے اندر پائے جانے والے کمال کے حساب سے محبت کے مرتبے کا فرق

ان میں ضرور ہے۔ ان فلاسفرز کے مطابق محبت کا تضاد غلبے کے ساتھ ہے۔ محبت کمال کا باعث بنتی ہے، جبکہ غالب آنے کی نفسیات فساد کا باعث بنتی ہے۔ اِس کے بر عکس، اگرچہ بعض دیگر فلاسفرز نے محبت کے بارے میں اس مبالغے سے کام نہیں لیا تاہم وہ بھی محبت کی فضیلت کے معترف ہیں اور کائنات کی جملہ اشیاء کے اندر عشق و محبت کے جاری وساری ہونے کے قائل ہیں۔[2]

محبت کا معنی

محبت دراصل ایک وجودی تعلق ہے۔ یہ ایک قلبی احساس ہے جس میں اپنی پسندیدہ ذات یا چیز کے ساتھ قرابت اور نزدیک ہونے کی خواہش اور تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ یہ تعلق جتنا بڑھتا جاتا ہے اتنا ہی وحدت اور یگانگت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خواجہ نصیر طوسی کے مطابق محبت، انسان کی اپنے تصوراتی کمال کے ساتھ اتحاد کی تڑپ کا نام ہے۔ یعنی جس چیز سے انسان کو انس اور لگاؤ ہوتا ہے، اس کے ساتھ گھلنے ملنے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہی تڑپ محبت ہے۔ پس انسان جتنی با کمال چیز سے محبت کرے گا اتنی ہی فضیلت پائے گا۔ خواجہ نصیر طوسی کے مطابق مخلوقات کی محبت کی بنیاد لذت، مفاد یا بھلائی پر ہوتی ہے۔ یعنی انسان کسی بھی چیز سے محبت ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے کرتا ہے۔[3]

اب اگر یہ تینوں ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو محبت زیادہ دیرپا ثابت ہوتی ہے۔ خداوند سے مؤمن کی محبت انہی تین عناصر کے مجموعے سے حاصل ہوتی ہے۔ البتہ معرفت اس کی بنیادی شرط ہے۔ کیونکہ مفاد ہی کو دیکھا جائے تو انسان کے تمام مفادات اللہ تعالی کی ذات سے جڑے ہیں۔ انسان «فقر محض» ہے۔ جبکہ اللہ کی ذات «غنی مطلق» ہے۔ انسان «سراپا احتیاج» ہے۔ جبکہ اللہ کی ذات «سب سے بے نیاز» ہے۔ اس سے آگے بڑھیں تو اللہ تعالی جمیل اور خوبصورت بھی ہے۔ ہمارے وجود کی خوبصورتی اور اس دنیا کی تمام خوبصورتیاں اس کے وجود سے ہیں۔ لہٰذا اُس سے محبت میں لذت بھی ہے۔ اسی طرح تمام بھلائیوں کی اساس اور ان کا سرچشمہ ذاتِ پروردگار ہے۔ پس یہ تینوں عنصر مل کر اللہ تعالی کی محبت کو وجود میں لاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایک مومن کی اللہ تعالی سے محبت دیرپا اور پائیدار ہوتی ہے۔

محبتِ پروردگار کا مفہوم

سوال یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی مخلوقات، بالخصوص انسان سے کیوں محبت کرتا ہے؟ آیا اللہ تعالی کی محبت بھی مخلوقات کی محبت کی طرح مذکورہ بالا تین عوامل کی وجہ سے ہے؟ کیا اللہ تعالی کی محبت بھی ایک نفسانی کیفیت، ایک قلبی تعلق اور احساسِ قربت پر مشتمل ہے؟ اور اگر ایسا نہیں، اور یقینا اللہ تعالی تمام نفسانیات اور نفسانی کیفیات سے پاک اور منزہ و مبرا ہے تو پھر اُس کے انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہونے کا معنی کیا ہے؟

ایسے میں محبتِ الٰہی کا مفہوم کیا ہوگا؟ اِس سوال کے جواب میں ہم سب سے پہلے خود قرآنی آیات کی روشنی میں محبت کا مفہوم تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام کی محبت کا تذکرہ ہے، جہاں حضرت موسی علیہ السلام کو مادر موسی ایک الہامی حکم سے، دریائے نیل میں ایک صندوق میں رکھ کر بہا دیتی ہیں اور فرعون کے اہل خانہ کی طرف سے حضرت موسی علیہ السلام کو اٹھالیا جاتا ہے۔ اس صورتحال میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ:

أَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي (20:39) ترجمہ: "میں نے تم پر اپنی طرف سے تجھ پر محبت القاء کردی۔"

یعنی اللہ تعالی نے فرعون کے گھر والوں کو حضرت موسی علیہ السلام پر مہربان بنا دیا۔ بنابریں، اِس آیت سے سے معلوم ہوتا ہے کہ محبتِ پروردگار کا معنی وہ آثارِ محبت ہیں جو اللہ تعالی انسانی سماج میں جاری و ساری کر دیتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں ہے ارشاد ہوا ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا (19:96)

ترجمہ: "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیئے، عنقریب «مہربان اللہ» ان کے لیے محبت ایجاد کر دے گا۔"

یہ بھی اس محبت کے سماجی اور انسانی اثرات کی طرف اشارہ ہے۔ اس آیت میں رحمانیت اور مودت کو آپس میں جوڑ دیا گیا ہے۔ بعض قرآنی آیات میں رحمت کو محبت کا ہمنشین بنایا گیا ہے۔ یعنی جہاں متعدد آیات میں فرمایا کہ اللہ تعالی محسنین سے محبت کرتا ہے۔ وہیں ایک آیت میں فرماتا ہے کہ: إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ (7:56) ترجمہ: "اللہ کی رحمت محسنین کے نزدیک ہے۔"

یوں اس ہم نشینی کے نتیجہ میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ محبت سے اللہ کی خاص رحمت مراد ہے۔ رحمت ایک ایسا مفہوم ہے جو تمام اشیاء اور ہر قسم کی مخلوقات پر محیط ہے، حتی کہ کافر و مومن سب کو شامل ہے۔ «رحمتی وسعت کل شیئ» ہر چیز پر محیط ہے۔ لیکن بعض لوگ اپنے اوصافِ کمال کی وجہ سے اللہ کی رحمت کے قریب ہیں۔ یعنی ان پر خصوصی کرم ہے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں ہے کہ :وَحَنَاناً مِنْ لَّدُنَّا (19:13) ترجمہ: "وہ ہماری خصوصی عطا سے حنان تھے۔" حنان، شفقت کو کہتے ہیں۔ راغب کے بقول شفقت رحمت سے خالی نہیں ہوتی۔ والدین شفیق ہوتے ہیں، کیونکہ وہ مہربان بھی ہوتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا قول ہے کہ :وَ آتانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ (11:28) ترجمہ: "اور اس نے مجھے ایک خاص رحمت بخشی ہے اپنے حضور سے۔" اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام کا قول ہے کہ: وَ آتانِي مِنْهُ رَحْمَةً (11:63) ترجمہ: "اور اس نے مجھے اپنے حضور سے (خاص) رحمت بھی بخشی ہے۔"

علامہ طباطبائی فرماتے ہی کہ اسی کو محبت سے بھی تفسیر کیا گیا ہے۔ شاید مراد لوگوں کی ان سے محبت ہو۔ جبکہ ایک احتمال یہ ہے کہ وہ لوگوں پر مہربان تھے، ان کے بارے میں رقت قلبی رکھتے تھے اور انہیں نصیحت کرتے تھے۔ اسی لیے توریت میں انہیں یوحنائے معمد کہا جاتا ہے۔[4] اِن آیات کی روشنی میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کی خصوصی عنایت، مہربانی، کرم، بخشش یہ سب وہ عطائیں ہیں جو محبت کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اللہ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اسے اپنی خاص رحمت سے نوازتا ہے، جیسے انبیاء و مرسلین، اولیاء اور صالحین کو نوازا۔ اور یہی محبتِ الٰہی کا معنی و مفہوم ہے۔

احادیث کی روشنی میں اللہ تعالی کی محبت کی حقیقت

احادیث میں ہم دو قسم کی محبتوں کا ذکر نظر آتا ہے۔ ایک وہ محبتیں جن میں آزمائشیں، بلائیں اور مشقتیں نظر آتی ہیں۔ اور دوسری وہ محبتیں جن میں کامیابیاں، کامرانیاں، آسانیاں، امداد اور مقبولیت وغیرہ نظر آتی ہیں۔ یہ بظاہر متضاد ہیں۔ اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ جب انسان اللہ تعالی کے ہاں محبوب بنتا ہے تو اہل زمین میں بھی اس کی محبوبیت بڑھ جاتی ہے؛ جبکہ بعض روایات میں ہے کہ جو انسان اللہ تعالی کا محبوب ہوتا ہے اُس کی سماجی حیثیت کو پامال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام جیسے مظلومینِ تاریخ کی مثالیں اس کی تائید کرتی ہیں۔ لہٰذا مسئلہ بہت اہم ہے کہ حقیقتِ امر کیا ہے؟ اِس سوال کا جواب تلاش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہاں اللہ تعالی کی محبت کے حوالے سے چند روایات بیان کی جائیں:

1۔ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَ عَبْداً غَتَّهُ بِالْبَلَاءِ غَتّاً وَ ثَجَّهُ بِالْبَلَاءِ ثَجّاً فَإِذَا دَعَاهُ قَالَ لَبَّيْكَ عَبْدِي لَئِنْ عَجَّلْتُ لَكَ مَا سَأَلْتَ إِنِّي عَلَى ذَلِكَ لَقَادِرٌ وَ لَئِنِ ادَّخَرْتُ لَكَ فَمَا ادَّخَرْتُ لَكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ[5]

یعنی: "امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مصیبتوں میں سختی سے مبتلا کرتا ہے۔ پھر وہ اللہ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تیری مشکل تو حل کر سکتا ہوں، تاہم جو نتیجہ تمہیں ملنا ہے اس سے محروم ہو جاوگے اور یوں اس کی آزمائش جاری رہتی ہے۔"

2۔ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيلَ عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا أَحَبَ عَبْداً فَعَمِلَ عَمَلًا قَلِيلًا جَزَاهُ بِالْقَلِيلِ الْكَثِيرَ وَ لَمْ يَتَعَاظَمْهُ أَنْ يَجْزِيَ بِالْقَلِيلِ الْكَثِيرَ لَهُ.[6]

امام صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کے تھوڑے سے عمل کے بدلے میں زیادہ جزا عنایت کرتا ہے۔ اور یہ بات اس پر گران نہیں گزرتی۔

3۔ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَرَّ بِي أَبِي وَ أَنَا بِالطَّوَافِ وَ أَنَا حَدَثٌ وَ قَدِ اجْتَهَدْتُ فِي الْعِبَادَةِ فَرَآنِي وَ أَنَا أَتَصَابُّ عَرَقاً فَقَالَ لِي يَا جَعْفَرُ يَا بُنَيَّ إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْداً أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ وَ رَضِيَ عَنْهُ بِالْيَسِيرِ.[7]

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں بیت اللہ کے طواف میں مصروف تھا، اسی دوران میرے والد (امام باقر علیہ السلام) کا وہاں سے گزر ہوا، اس وقت میں نوجوان تھا، سخت عبادت کیا کرتا تھا، طواف کی وجہ سے پسینے میں شرابور تھا، تو میرے والد نے فرمایا: بیٹے جعفر، بے شک جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے جنت عطا کرتا ہے اور اس کے تھوڑے عمل پر بھی راضی ہو جاتا ہے۔

4۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: «إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ: إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ. قَالَ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ. ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ فَيَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ. فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ. قَالَ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ. وَ إِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ: إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ. قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ. ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ. قَالَ فَيُبْغِضُونَهُ. ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ».[8]

یعنی: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے: اے جبریل! میں فلان شخص سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اُس سے محبت کرو۔ فرمایا کہ: پھر جبریل اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جبریل آسمان میں ندا دیتا ہے: بے شک اللہ تعالی فلان سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ [یہ سن کر] آسمان والے بھی اُس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اُس شخص کے لئے مقبولیت قرار دے دی جاتی ہے۔[9] اور جب اللہ تعالی کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبریل کو بلا کر فرماتا ہے: اے جبریل! میں فلان شخص سے نفرت کرتا ہوں، تم بھی اس سے نفرت کرو۔ فرمایا کہ: پس جبریل بھی اُس سے نفرت کرتا ہے، پھر جبریل آسمان میں ندا دیتا ہے کہ: بے شک اللہ تعالی فلان شخص سے نفرت کرتا ہے لہذا تم حی اُس سے نفرت کرو۔ فرمایا کہ: پھر اہل آسمان بھی اُس شخص سے نفرت کرتے ہیں اور پھر زمین میں بھی اس سر نفرت پھیلا دی جاتی ہے۔"

5۔ إن العبد ليلتمس مرضاة اللّه و لا يزال بذلك فيقول اللّه لجبريل إن عبدي فلانا يلتمس أن يرضيني، و إن رحمتي عليه، قال فيقول جبريل رحمة اللّه على فلان، (و يقوله) حملة العرش، و يقوله (الذين حولهم حتى يقوله) أهل السماوات السبع، ثم (يهبط) [له] إلى الأرض، قال: فقال رسول اللّه عند ذلك و هي الآية التي أنزل اللّه (تبارك و تعالى) عليكم إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمنُ وُدًّا. و إن العبد ليلتمس سخط اللّه و لا يزال بذلك حتى يقول

اللّه لجبريل: إن عبدي فلانا يلتمس أن يسخطني، و إن غضبي عليه. قال: فيقول جبريل: غضب اللّه على فلان. و (يقوله) حملة العرش، و يقوله الذين حولهم، و يقوله أهل السموات السبع حتى (يهبط به) إلى الأرض.[10]

دوسری صدی ہجری میں لکھی جانے والی ایک قدیم تفسیر کی کتاب میں موجود یہ روایت حضرت ثوبان نے نقل کی ہے جس کے مطابق :

"رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا بندہ، رب کی مرضی ڈھونڈتا ہے اور مسلسل اس کی طلب میں ہوتا ہے تو اللہ تعالی جبریل سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ اس کوشش میں ہے کہ مجھے خوشنود کرے اور اس بندے پر میری رحمت ہے۔ فرمایا کہ : جبریل کہتا ہے: اُس شخص پر اللہ کی رحمت ہو اور حاملینِ عرش [ملائیکہ بھی یہی کہتے ہیں] پھر اُن کے گرد موجود آسمانی مخلوقات بھی یہی کہتی ہیں؛ یہاں تک کہ سات آسمانوں کے اہلیان بھی یہی کہنے لگتے ہیں اور پھر [اُس شخص کے لئے محبت اور رحمت کی یہ دعا] زمین پر اُتار دی جاتی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ نے فرمایا یہ وہ آیت ہے جو اللہ تبارک و تعالی نے تم پر نازل کی ہے: "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیے، رحمان اللہ عنقریب اُن کے لیے محبت کا سامان فراہم کر دے گا۔" اور جب کوئی آدمی اللہ کو ناراض کرتا ہے اور اپنے اِس کام پر اصرار کرتا ہے تو اللہ تعالی جبریل سے فرماتا ہے: میرا فلاں بندہ مجھے غضبناک کرنے میں مصروف ہے اور میں اُس پر غضبناک ہوں۔ فرمایا کہ : جبریل کہتا ہے: اُس شخص پر اللہ کا غضب ہو اور حاملینِ عرش [ملائیکہ بھی یہی کہتے ہیں] پھر اُن کے گرد موجود آسمانی مخلوقات بھی یہی کہتی ہیں؛ یہاں تک کہ سات آسمانوں کے اہلیان بھی یہی کہنے لگتے ہیں اور پھر [اُس شخص سے بغض و عداوت] زمین پر اُتار دی جاتی ہے۔"

ان دو حدیثوں کے مطابق ایک شخص کی محبوبیت یا مبغوضیت کا معیار اس آیت کے ساتھ سازگار ہے کہ جہاں اللہ تعالی نے فرمایا: "بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیے، عنقریب ان کے لیے مہربان اللہ محبت ایجاد کر دے گا۔" (96:19)۔ اِن کی روشنی میں محبتوں کا سلسلہ آسمان سے شروع ہو کر زمین تک پہنچتا ہے۔ تاہم یہاں ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ ممکن ہے اِن روایات کی روشنی میں بعض لوگ یہ تصور کرنے لگیں کہ کسی بھی شخص کی سماجی محبوبیت، اُس کے اللہ تعالی کے ہاں مقام و منزلت کی دلیل ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ سماج کا ہر محبوب شخص، اللہ تعالی کا بھی محبوب ہو۔ یا بر عکس، سماج جس شخص سے نفرت کرنے لگے، وہ اللہ تعالی کا بھی منفور و مبغوض ہو۔ کیونکہ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص سماج کا پسندیدہ ہو لیکن اللہ تعالی کے ہاں مبغوض و منفور ہو اور بر عکس، ایک شخص سماج کا مبغوض ہو لیکن اللہ تعالی ہے ہاں وہ انتہائی محبوب اور پسندیدہ ہو۔ جیسا کہ مفضل ابن عمر کی مندرجہ ذیل روایت سے واضح ہے:

عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا يَقُولُونَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى إِذَا أَحَبَ عَبْداً نَوَّهَ بِهِ مُنَوِّهٌ مِنَ السَّمَاءِ أَنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَاناً فَأَحِبُّوهُ فَتُلْقَى لَهُ الْمَحَبَّةُ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ فَإِذَا أَبْغَضَ اللَّهُ تَعَالَى عَبْداً نَوَّهَ مُنَوِّهٌ مِنَ السَّمَاءِ أَنَّ اللَّهَ يُبْغِضُ فُلَاناً فَأَبْغِضُوهُ قَالَ فَيُلْقِي اللَّهُ لَهُ الْبَغْضَاءَ فِي قُلُوبِ الْعِبَادِ قَالَ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَّكِئاً فَاسْتَوَى جَالِساً فَنَفَضَ يَدَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَقُولُ لَا لَيْسَ كَمَا يَقُولُونَ وَ لَكِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا أَحَبَّ عَبْداً أَغْرَى بِهِ النَّاسَ فِي الْأَرْضِ لِيَقُولُوا فِيهِ فَيُؤْثِمَهُمْ وَ يَأْجُرَهُ وَ إِذَا أَبْغَضَ اللَّهُ عَبْداً حَبَّبَهُ إِلَى النَّاسِ لِيَقُولُوا فِيهِ فَيُؤْثِمَهُمْ وَ يُؤْثِمَهُ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ كَانَ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ يَحْيَى بْنِ زَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَغْرَاهُمْ بِهِ حَتَّى قَتَلُوهُ وَ مَنْ كَانَ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَقِيَ مِنَ النَّاسِ مَا قَدْ عَلِمْتُمْ وَ مَنْ كَانَ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى مِنَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيهِمَا فَأَغْرَاهُمْ بِهِ حَتَّى قَتَلُوهُ.[11]

یعنی: "مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی ہمارے ہاں بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالی جب کسی بندے سے پیار کرتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ اللہ تعالی فلان شخص سے محبت کرتا ہے، اس سے بندوں کے دلوں میں بھی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ جب اللہ تعالی کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے کہ اللہ تعالی اس آدمی کو ناپسند کرتا ہے، تم بھی اسے ناپسند کرو۔ مفضل کہتا ہے کہ امام علیہ السلام پہلے تو ٹیک لگائے بیٹھے تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور تین بار ہاتھ جھاڑ کر فرمایا کہ نہیں، ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی جب بندے سے پیار کرتا ہے تو زمین میں لوگوں کو اس کے بارے میں گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور لوگ اُس کے بارے میں غلط باتیں کرتے ہیں جس پر اُسے اجر و پاداش ملتا ہے اور جب اللہ تعالی کسی بندے کو ناپسند کرتا ہے تو اُس کو لوگوں کا پسندیدہ بنا دیتا ہے تاکہ وہ اس کے بارے میں اچھی باتیں بنائیں جس سے وہ خود بھی گنہگار ہوں اور اسے بھی گنہگار بنا دیں۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا کہ بھلا اللہ کے ہاں حضرت یحییٰ بن زکریا سے کوئی پیارا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالی نے لوگوں کو آپ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا کیا یہاں تک کہ انہوں نے حضرت یحییٰ کو قتل کر دیا۔ اور امام علی علیہ السلام سے زیادہ بھلا کون اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ آپ علیہ السلام نے لوگوں کی طرف سے وہ کچھ جھیلا جو تمہارے علم میں ہے۔ اور امام حسین بن علی علیہما السلام سے بھلا زیادہ کون اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو آپ کے بارے میں غلطی میں مبتلا کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے انہیں شہید کر

ڈالا۔ "[1]

مذکورہ بالا احادیث و روایات کی روشنی میں انسان کے اللہ تعالی کا محبوب ہونے یا مبغوض ہونے کا ایک کلی معیار یہ طے نہیں کیا جا سکتا ہے سماج میں ایک شخص محبوب ہے یا مبغوض۔ بنابریں، یہ سوال باقی ہے کہ ایک انسان کے بارگاہ الہی میں محبوب یا مبغوض ہونے کا معیار کیا ہے؟ نیز یہ کہ جب ارشاد باری تعالی ہے کہ: "بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے، عنقریب «مہربان اللہ» ان کے لیے محبت ایجاد کر دے گا۔ "(19:96) تو معیار کوئی خاص محبت ہے اور خاص قسم کی محبوبیت ہے، یا نہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یقینا روایات کی روشنی میں کسی شخص کے اللہ تعالی کا محبوب ہونے کا معیار محض یہ نہیں ہے کہ ہر ایک آدمی اُس سے محبت کرنے لگے؛ بلکہ معیار اُس شخص سے ملائکہ، آسمانی مخلوقات اور اہلِ ایمان کی محبت ہے۔ ورنہ تو اس دنیا میں Celebrities سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس وقت فلم سٹارز کی محبوبیت یا کرکٹرز یا فٹ بال پلیئرز کی محبوبیت عالمی سطح پر موجود ہے۔ تو اس سے کیا یہ نتیجہ لے لیا جائے کہ اللہ کے ہاں ان کا مقام سب سے زیادہ بلند ہے؟ روایات کے مطابق اللہ کی محبت کے اس پہلو کا معیار اہل ایمان کے نزدیک محبوبیت ہے۔ اس پر بعض روایات موجود ہیں، منجملہ:

- عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَخْبِرْنِي عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى: سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمنُ وُدًّا قَالَ ﷺ: يَا عَلِيُّ! الْمَحَبَّةُ عِنْدَ اللَّهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ[12]
  یعنی: "امام علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالی کے اس فرمان « سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمنُ وُدًّا» کے متعلق بتایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! اس سے مراد اللہ تعالی کی محبت، ملائکہ اور مؤمنین کے دلوں میں محبت ہے۔"
- وَ قَالَ الصَّادِقُ ع لَا تَجْتَمِعُ الرَّغْبَةُ وَ الرَّهْبَةُ فِي قَلْبٍ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَإِذَا صَلَّيْتَ

1۔ یقینا اللہ تعالی ہادی اور عادل ہے اور اپنے بندوں کو گمراہ نہیں کرتا؛ بلکہ اُس نے بنی نوع بشر کی ہدایت کا تمام تر سامان فراہم فرمایا ہے۔ لہٰذا اِس روایت اور اِس جیسی آیات و روایات جن میں لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف دی گئی ہے، اُن کا مقصود یہ ہے کہ انسان جب اپنی بُری طینت اور اللہ تعالی کی نافرمانی کی وجہ سے اپنے آپ کو راہِ ہدایت سے جدا کر لیتا ہے تو اللہ تعالی اُسے گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ لہٰذا انسان کے سوء اختیار کی وجہ سے اُسے گمراہی میں مبتلا کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شرابی اپنے عقل و اختیار و ارادے سے شراب پی لے اور اللہ تعالی اسے نشے میں مدہوش کر دے تو یہ انسان کے اپنے بُرے اختیار کا نتیجہ ہوگا اور اس صورت میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالی نے اسے گمراہ کر دیا ہے یا نشے میں مبتلا کر دیا ہے۔ (مدیرِ مجلّہ)

فَأَقْبِلْ بِقَلْبِكَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي صَلَاتِهِ وَ دُعَائِهِ إِلَّا أَقْبَلَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْهِ بِقُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَيْهِ وَ أَيَّدَهُ مَعَ مَوَدَّتِهِمْ إِيَّاهُ بِالْجَنَّةِ[13]

یعنی: "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رغبت اور خوف جس دل میں بھی جمع ہوتا ہے اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جب تم نماز پڑھو تو پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالی کے حضور حاضری دو؛ کیونکہ جب بھی کوئی بندۂ مومن پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالی کے حضور میں حاضری دیتا ہے تو اللہ تعالی اہل ایمان کے دل اس کی طرف مائل کر دیتا ہے اور ان کی محبت کے ساتھ ساتھ جنت کے ذریعے اپنی تائید اس کے شامل حال کر دیتا ہے۔"

اللہ تعالی کی محبت کے آثار

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں چند نکات سامنے آتے ہیں:

1۔ آسمانی اور زمینی محبت اور محبوبیت کے درمیان ایک رابطہ استوار ہے۔ البتہ اس حوالے سے دو قسم کی روایات سامنے آئیں۔ ایک، جن سے یہ عندیہ ملتا تھا کہ روئے زمین والوں کی مقبولیت عامہ، آسمان سے جڑی ہوئی ہے۔ جبکہ بعض دیگر روایات کے قرینہ کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ جو محبت آسمان اور زمین کے رابطے کی علامت ہے وہ اہل ایمان کے دلوں میں پائی جانے والی محبت ہے۔ ورنہ ایسی بھی محبتیں ہیں جو محض زمینی ہیں۔ جن کا منشأ لذت، منافع اور مفاد پرستی ہے۔ ایسی محبتیں صرف مادیات کے ساتھ مربوط ہیں۔ یوں ہم ان روایات کی عمومی حیثیت کو تنقیدی روایات کی روشنی میں تخصیص لگا سکتے ہیں اور انہیں راوی کا نقص فہم یا نقص تعبیر قرار دے سکتے ہیں۔

2۔ بعض روایات میں مشکلات اور مصائب کو اللہ تعالی کی محبت کا نتیجہ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ بعض روایات میں کامیابی اور قبولیت وغیرہ کو محبت الٰہی کے آثار میں سے ذکر کیا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کیونکہ اللہ تعالی ایک مرتبہ محبت کرتا ہے تو کامیابی اور کامرانی عطا کرتا ہے۔ اس کے تھوڑے اعمال پر راضی ہو جاتا ہے۔ وہی اللہ محبت کرتا ہے تو مشکلات، مصائب، آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے۔ اس متضاد صورتحال سے نکلنے کی سبیل کیا ہے؟

اگر ہم آیات کی روشنی میں ان روایات پر نظر دوڑائیں تو پھر مسئلہ حل ہوتا نظر آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں خاص لوگوں کو محبت سے نوازا۔ بچپن سے ہی ان پر محبت اور خصوصی شفقت فرمائی۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے بچپن ہی سے محبتیں اور انعامات سے نوازنے کا تذکرہ ہے، حضرت موسی علیہ السلام سے محبت کا اظہار کیا کہ تم پر فرعون کے اہل خانہ کے دل نچھاور کر دیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن میں ہی بڑے بڑے خواب دکھا دیے۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی محبت کا تذکرہ بھی گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے۔ ہمارے نبی

کریم ﷺ بھی اللہ تعالی کے بچپن ہی خصوصی محبت رہی۔ امام حسین علیہ السلام سے محبت کا عالم یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق حتی کہ اللہ تعالی امام حسین علیہ السلام کے چاہنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔

لیکن یہی ہستیاں ہیں جن پر بڑی بڑی آزمائشیں بھی آئیں۔ انہی پر مصائب ٹوٹے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کے قریب بکریاں چرائیں۔ اپنے اہل خانہ سے دور جبری جلاوطنی میں گزارے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی مصر کے اندر بردگی جھیلی۔ قید کاٹی۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کیا گیا۔ رسول خدا ﷺ کو بہت اذیتناک صورتحال سے گزرنا پڑا۔ جہاں خود قبیلے والے سب سے بڑے مخالفین میں شمار ہوتے تھے۔ طرح طرح کی اذیتیں آپ پر اور آپ کے پیروکاروں پر پڑیں۔ آپ ﷺ کے نواسہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کو بے دردی سے شہید کیا گیا۔

تاہم یہ سختیاں اور مصائب انسان کے کمال کا ذریعہ ہیں۔ بلند مقاصد رکھنے والے انسان بغیر سختی اور مصائب جھیلے اپنے مقاصد تک نہیں پہنچتے۔ یہ اس کائنات میں سنت الٰہی ہے کہ بڑے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیشہ بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ لہٰذا مصیبتوں اور بلاوں کے انسان سے اللہ تعالی کی محبت کی علامت ہونے کے حوالے سے جو حدیث گذری وہ اِن توضیحات کی روشنی میں قابل فہم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ انسان مصیبت کی گھڑی میں آسانی کی دعا کرتا ہے، لیکن اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں تمہاری یہ مصیبت ٹال تو سکتا ہوں، لیکن تھوڑا صبر مزید کر لے کیونکہ جو منزل تمہارے لیے میں نے مقرر کی ہے، تم اس پر ابھی تک نہیں پہنچے اور اس تک پہنچنے کا تنہا راستہ بھی ان امتحانات اور مصیبتوں اور بلاوں سے گزرنا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (2:214) یعنی: "کیا تم لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ جنت میں ایسے ہی چلے جاو گے اور گذشتہ امتوں جیسے مصائب تم پر نہیں ہونگے۔ گذشتہ امتوں پر مصیبتیں اور نقصانات آئے اور انہیں ہلا کر رکھ دیا، حتی کہ رسول اور اس کے ساتھی کہنے لگے کہ پس مدد الٰہی کہاں ہے؟ یاد رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔"

3۔ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی انسان سے خصوصی محبت کرتا ہے؛ بشرطیکہ انسان خود کو اس قابل بنائے۔ چنانچہ اس حدیث میں جہاں امام صادق علیہ السلام پسینے سے شرابور گرمی کے عالم میں طواف کر رہے ہیں اور امام باقر علیہ السلام سے فرمایا کہ بیٹا جب اللہ تعالی انسان سے محبت کرتا ہے تو پھر تھوڑے عمل پر بھی راضی ہو جاتا ہے، یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ انسان کی ذات جب پروردگار کی محبوبیت حاصل کر لیتی ہے تو پھر اللہ تعالی اپنے بندے کے اعمال کی مقدار کو نہیں، بلکہ کیفیت کو دیکھتا ہے جو بذاتِ خود انسان کی فلاح اور کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

اللہ تعالی کی پسند و ناپسند سے مربوط آیات کا اجمالی جائزہ

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے محبت الٰہی کی حقیقت، اور اس کے معیارات کو قرآن کی آیات اور احادیث کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہم یہ دیکھیں گے کہ «آیاتِ حُبّ» سے مراد وہ آیات ہیں جہاں اللہ تعالی نے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلا: «ان اللہ یحب المحسنین»، جبکہ «لاحب» سے مراد وہ آیات ہیں جہاں اللہ تعالی نے ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ مثلا: «لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ»۔

ان آیات پر ایک طائرانہ نظر دوڑانے سے پہلی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں اپنی محبت کو انسان کی تربیت اور اخلاقی ارتقاء سے جوڑا ہے۔ یہ ارتقاء انفرادی نہیں ہے، بلکہ اجتماعی ہے۔ کیونکہ محبت کی تمام تر آیات جبکہ ناپسندیدگی کی اکثر آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ مدینہ میں مسلمان ایک اجتماعی وجود کو پہنچ چکے تھے۔ اس حوالے سے استاد ڈاکٹر واسعی کی تحقیقات قابلِ توجہ ہیں۔ انہوں نے ایک نشست میں آیات حب اور لا حب کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی ہے اور یہ نتیجہ دیا کہ ان آیات کو اسلامی تہذیب و تمدن کے زاویہ سے مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔[14]

اور دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ محبت کی تمام تر آیات میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے: «محسنین»، «متقین»، «صابرین»، «متوکلین»، «مقسطین»، «متطهرین»، «توابین»، «الذین یقاتلون» وغیرہ۔ ان صفات کے حامل لوگوں سے تشکیل پانے والا سماج ارتقاء یافتہ ہے۔ کہیں بھی «مسلمین» اور «مومنین» سے محبت کا اظہار نہیں ہے، بلکہ اہل ایمان کے اندر مراتب ایمان و عمل سے اس کا تعلق ہے۔ اس کے مدّمقابل جن لوگوں سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے ان میں «معتدین»، «کافرین»، «کلّ کفّار اثیم»، «خائنین»، «خوانا کفورا»، «مفسدین» اور «مستکبرین» شامل ہیں۔ مجموعی طور پر اللہ تعالی نے چالیس آیات میں اپنی پسند اور ناپسند کا تذکرہ کیا ہے۔ 17 آیات «حب پروردگار» (کیونکہ توابین اور متطہرین کا ذکر ایک ساتھ ہے)، جبکہ 23 آیات «لاحب» پر مشتمل ہیں۔

ان آیات پر ایک طائرانہ نظر دوڑانے سے تیسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ اپنے بندے سے اللہ تعالی کی محبت کے اظہار میں احسان، عدل اور تقویٰ کا مرکزی مقام ہے، جبکہ ناپسندیدہ چیزوں میں ظلم و تجاوز اور فساد کا کردار سب سے زیادہ مرکزیت رکھتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ احسان احادیث کے مطابق، اسلام اور ایمان سے اوپر کا درجہ ہے۔ یعنی ایک ارتقاء یافتہ مفہوم ہے، جس میں ایمانی ثقافت کو عملی عروج ملتا ہے اور اللہ تعالی محسنین کو اپنی رحمت کے قریب کرتا ہے اور انہیں پسند فرماتا ہے۔ «محسنین» وہ ہیں جو اسلام اور ایمان کے ابتدائی مدارج طے کرکے احسان کے درجہ تک پہنچ چکے ہیں۔ احسان کی مزید تفصیلات مربوطہ آیات کا جائزہ لیتے وقت شامل کریں گے۔

احسان کے ساتھ جڑا دوسرا مفہوم عدل ہے۔ جسے قرآن نے قسط سے تعبیر کیا ہے۔ عدل و انصاف احسان کے بعد سب سے زیادہ تکرار کے ساتھ پسندیدہ حقیقت کے طور پر بیان ہوا ہے۔ اس کے بالمقابل ظلم و اعتداء یعنی دوسروں پر زیادتی کو اللہ تعالی نے ناپسند فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا مفہوم بھی جڑا ہے اور وہ ہے فساد۔ فساد اور ظلم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اللہ تعالی نے فساد اور مفسدین دونوں کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ یعنی تاکید کے ساتھ کہ فساد نامطلوب چیز ہے۔ اس کے ساتھ تیسرا مفہوم استکبار کا جڑا ہے۔ استکبار یعنی آپے سے باہر ہونا۔ شیطان جب اپنی حدود سے آگے بڑھا تو اللہ تعالی نے کہا کہ (ابی و استکبر)۔ اللہ تعالی مستکبرین کو ناپسند فرماتا ہے۔ یہ بھی ایک عظیم تہذیبی تربیت کا اصول ہے۔ تقوا، توکل، ایمان، پاکیزگی، اتباع رسول اور جہاد کو پسند فرمایا ہے، جبکہ کفر، ناشکری، خیانت، غرور و خودپسندی اور بدزبانی کو ناپسند فرمایا ہے۔

چنانچہ علامہ طباطبائی فرماتے ہیں: و إذا تتبّعت الآيات الشّارحة لآثار هذه الأوصاف و فضائل تتعقّبها، عثرت على أمور جمّة من الخصال الحسنة، و وجدت أنّ جميعها تنتهي إلى أنّ أصحابها هم الوارثون الّذين يرثون الأرض، و أنّ لهم عاقبة الدّار.[15]

یعنی: "جب آپ ان آیات کا مطالعہ کرتے ہیں جن میں اللہ تعالی کی محبت کے متعلقہ آیات اور فضائل و اوصاف کا تذکرہ موجود ہے تو بہترین صفات کے ایک قیمتی خزانے پر آپ مطلع ہو جاتے ہیں اور آپ دیکھتے ہیں کہ یہ تمام اوصاف مل کر اس نتیجہ پر منتہی ہوتی ہیں کہ ان صفات کے حامل لوگ ہی زمین کے حقیقی وارث ہیں اور انہی کے لیے آخرت میں بہترین مقام ہے"۔

نتیجۂ بحث

اب تک کی مباحث سے چند اہم نکات سامنے آتے ہیں:

1۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اپنی پسند اور ناپسند کو انسان کی تربیت اور اخلاقی ارتقاء سے جوڑا ہے۔

2۔ یہ ارتقاء انفرادی نہیں ہے، بلکہ اجتماعی ہے۔ کیونکہ اکثر آیات میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اور چنانچہ ذکر ہوا کہ پسند اور ناپسند کی اکثر آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔

3۔ مجموعی طور پر 41 مقامات پر اللہ تعالی نے اپنی پسند اور ناپسند کا تذکرہ کیا ہے۔ احسان، عدل اور تقوا ان کا مرکزی نکتہ ہے، جبکہ ناپسندیدہ چیزوں میں ظلم و زیادتی اور فساد کا کردار سب سے زیادہ مرکزیت رکھتا ہے۔

4۔ تربیت کی اہم ترین اساس محبت ہے۔ جس کا عملی اظہار نرم رویوں، صداقت، دوستی، احساس قربت اور تعلق خاطر میں ہوتا ہے۔

5۔ محبت ایک نفسانی کیفیت ہے۔ لہٰذا ایک قلبی تعلق ہے، ایک احساس قربت ہے۔ کیا اللہ تعالی میں یہ کیفیات

ممکن ہیں، وہ تو سب انسانوں کے قریب ہے۔ حتی انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ لہٰذا احساس قربت چہ معنادارد؟ اسی طرح قلبی تعلق بھی ایک نفسانی کیفیت ہے اور وہ تو نفسانیات سے منزہ و مبرا ہے۔

6۔ قرآنی آیات کی روشنی میں یہ نتیجہ میسر آیا کہ محبت پرور دگار کا مطلب اللہ کی خصوصی عنایت، مہربانی، کرم اور بخشش ہے۔ یہ سب وہ عطائیں ہیں جو محبت کے مفہوم میں شامل ہیں۔ اللہ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے تو اسے اپنی خاص رحمت سے نوازتا ہے، جیسے انبیاء و مرسلین، اولیاء اور صالحین کو نوازا۔

7۔ احادیث کے اندر محبت الٰہی کو آسمانی اور زمینی محبت کا واسطہ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی جو انسان اللہ کے ہاں محبوب ہوتا ہے، زمین پر بالخصوص اہل ایمان میں اس کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگرچہ ضروری نہیں کہ زمین پر جو بھی مقبول عام ہو اللہ کے ہاں بھی پسندیدہ ہو۔

"مسلم سماج کے اخلاقی ارتقاء میں اللہ تعالی کی پسند و ناپسند کی تأثیر" کے عنوان کے حوالے سے یہ وہ تمہیدی نکات ہیں جو نگاہ کا زاویہ معین کرتے ہیں۔ اس زاویۂ نگاہ سے ہم اللہ کی پسند اور ناپسند کی بیانگر آیات کو اچھے طریقے سے سمجھ سکیں گے۔ تحریر کے اگلے حصے میں ان اوصاف کو تفصیل سے بیان کریں گے اور سماج کی تربیت پر ان کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔ (ان شاء اللہ!)

*****

References

1. Muhammad Hussein, Tabatabaei, *Al-Mizan fi Tafseer al- Qur'an*, Vol. 1, (Beirut, Mowsa Al-Alamy Lilmatbohaat, 2nd Addition, 1390 SH), 412.

محمد حسین، طباطبایی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج1، (بیروت، مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات چاپ: 2، 1390ھ)، 412۔

2. Muhammad Bin Muhammad, Nasir al-Din Tusi, *Akhlaq Nasiri* (Tehran, Illimih Islamiyya, 1413 AH), 216-217.

محمد بن محمد، نصیر الدین طوسی، *اخلاق ناصری* (تہران، علمیہ اسلامیہ، 1413 ھ)، 216-217۔

3. Ibid, 217.

ایضاً، 217۔

4.Tabatabaei, *Al-Mizan fi Tafseer al- Qur'an*, Vol. 14, 20.

طباطبایی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج14، 20۔

5. Muhammed Yaqub, Kulani, *Al-Kafi*, Vol. 2, (Tehran, Dar Alkutub Al-Islamiya, 1407AH.), 253.

محمد یعقوب، کلینی، *الکافی*، ج2 ؛باب شدة ابتلاء المؤمن (تہران، دار الکتب الإسلامیۃ، 1407ه.ق)، ص:253۔

6. Ibid, 86.

ایضاً، 86۔

7. Ibid.

ایضاً۔

8. Muslim bin Hajjaj, *Sahih Muslim*, Vol. 4, 5 (Cairo, Dar al-Hadith, 1412 AH), 2030; Muhammad bin Ismail, Bukhari, *Sahih al-Bukhari*, Vol. 11, Chap. 2 (Cairo, Wazarat al Okaaf, Al-Majlis-al-Alla Lilshown al-Islamiat, al-Jannat tal Ahya, Kutab al-Sunnah, 1410 AH), 173; Ahmad bin Muhammad, Ibn Hanbal, *Musnad al-Imam Ahmad ibn Hanbal*, Vol. 16, 50 (Beirut, Mohsah Al-Risalah, 1416 AH), 393; Ahmad bin Ali, Nasa'i, *Al-Sunan Al-Kubara*, Vol. 4, 7 (Beirut, Dar al-Kutub al-Al-Elamiya, Manshoraat Muhammad Ali Bayzoun, 1411 AH), 416.

مسلم بن حجاج، *صحیح مسلم*، ج4، 5(قاہرہ، دار الحدیث، 1412 ھ)، 2030؛ محمد بن اسماعیل، بخاری، *صحیح البخاری*، ج11، ، چاپ 2(قاہرہ، وزارۃ الاوقاف، المجلس الاعلی للشئون الاسلامیۃ، لجنتہ إحیاء کتب السنۃ، 1410ھ)، 173؛ احمد بن محمد، ابن حنبل، *مسند الإمام احمد بن حنبل*، ج16، 50(بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1416ھ) ، 393؛ احمد بن علی، نسائی، *السنن الکبری*، ج4، 7(بیروت، دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علی بیضون، 1411ھ)، 416۔

9 ۔ مسند احمد اور بخاری کا متن یہاں تک ہے۔

10. Yahya bin Salam, Taymi, *Tafsir Yahya bin Salam al-Taimi al-Basri al-Qairwani*, Vol. 1, 2 (Beirut, Dar al-Kutub Al-Elamiya, Manshoraat Muhammad Ali Bayzoun, 1425 AH), 249-248.

یحییٰ بن سلام، تیمی، *تفسیر یحییٰ بن سلام التیمی البصری القیروانی*، ج1، 2(بیروت، دار الکتب العلمیۃ، منشورات محمد علی بیضون، 1425ھ)، 248-249۔

11. Muhammad bin Ali, Ibn Babawiyah, *Mehani Al-Akhbar*, Al-Nass, Vol. 1 (Qom, Jamia Madraseen Hoz al-Ilmiyah Dafter Intasharaat Islami, 1361 SH), 381-382.

محمد بن علی، ابن بابویہ، *معانی الأخبار*، ، النص، ج1(قم، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ دفتر انتشارات اسلامی، 1361ش) ، 381۔382۔

12. Muhammad bin Muhammad, Ibn Ash'ath, *Al-Jaafariyat (Al-Asha'athiyat)* (Tehran, Chap. Awal, nd.), 177.

محمد بن محمد، ابن اشعث، *الجعفریات/الأشعثیات* (تہران، چاپ: اول، سن ندارد)، 177۔

13. Muhammad bin Ali, Ibn Babawiyah, *Min La Yahdrah al-Faqeeh*, Vol. 1, Chap. II (Qom, Dafter Mudersreen Intasharat Islami, 1413 AH), 209.

محمد بن علی، ابن بابویہ، *من لایحضرہ الفقیہ*، ج1 (قم، جامعہ مدرسین، دفتر انتشارات اسلامی، 1413ق.)، 209۔

14. Ali Raza Wasi, Kursi Tarwiji Arsa wa Naqadaida Ilmi, Tehiye az Maqola Hab Khuda wand dr Quran.

۔ علی رضاواسعی، کرسی ترویجی عرضہ و نقد ایدہ علمی، *تبیینی تمدنی از مقولہ حبّ خداوند در قرآن*:

http://radio.isca.ac.ir/music

15. Tabatabaei, *Al-Mizan fi Tafseer al- Qur'an*, Vol. 5, 383.

طباطبایی، *المیزان فی تفسیر القرآن*، ج5، 383۔